1. یوں تواس کارخانہ عالم کی سب ہی چیزیں قدرت کی کرشمہ سازیوں اور گلکاریوں کے ناطق مجسمے، اسرار ورموز کے زبردست گنجینے اوراپنے خالق حقیقی اور قادر مطلق کے وجود باجود کے عمیق وجلی نقوش اور واضح نشانات ہیں جو سعادت مند روحوں کے لئے عبرت وموعظت کے گرامی قدر سرمایہ اور نظر وفکر کے عظیم الشان ابواب ہیں لیکن بعض چیزوں کو اس سلسلہ میں خصوصی اہمیت اورشان مظہریت عطا کی گئی ہے ۔

ان ہی میں سے زبانوں کی رنگارنگی اور لغات کی بو قلمونی بھی ہے ،قرآن پاک میں خداوندی نشانیوں کو بتاتے ہوئے جہاں دن اور رات کا اختلاف، شکل وصورت کا تنوع زمین وآسمان کا تقابل مذکور ہے اسی کے ساتھ زبانوں اور لغات کے تفاوت کو بھی ذکر کیا ہے ۔ارشاد باری ہے "۔

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّموَاتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّلْعٰلَمِيْنَ۔(سورہ روم پ: ۲۱ ع:۳)

خداکی نشانیوں سے آسمان وزمین کی پیدائش اور زبانوں اوررنگوں کا اختلاف ہے اس میں اہل علم کیلئے نشانیاں ہیں ۔

زبان خدا کی اہم نعمت اور بڑی نشانیوں میں سے ہے، عقل ومذہب اور اخلاق وعادات پراس کا بڑا گہرا اثر ہے،ابن قیم تحریر فرماتے ہیں ۔

ان اعتبار اللغة مؤثر فی العقل والخُلُق والدین تاثیرا بیناً۔(اقتضائ)

بلاشبہ عقل ودانش ،عادات اوردین ومذہب میں زبان کی کھلی تاثیر ہے ۔

زبان ہی انسانی مقاصد واحساسات اورقلبی رجحانات وجذبات کے اظہار کا واحد ذریعہ ہے ،حکومتوں اور سلطنتوں،انجمنوں اور اداروں کے جملہ نظام زبان ہی سے تکمیل پاتے ہیں ،بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دین ودنیا کا ماہر بڑا چھوٹا انفرادی اور اجتماعی عمل زبان ہی کا مرہونِ منت ہے جس طرح تجارت وزراعت اور صنعت وحرفت کے لئے زبان کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح عبادت وقربت اور احکام دینیہ کی نشر واشاعت میں بھی زبان کی حاجت ہے،اسی لئے ہر نبی نے اپنی اپنی قوم کی زبان میں دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیا اور بھٹکے ہوئے انسانوں تک خدا کا پیغام پہنچایا ،ارشاد خدا وندی ہے ۔

وما أرسلنامن رسول إلا بلسان قومہ۔(ابراھیم پ ۳: ع:۱)

ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان میں بھیجا ہے۔

دنیا کی مختلف زبانوں میں خدا کا پیغام آیا لیکن اس کا آخری پیام اور آخری ہدایت نامہ سعادت کا آخری اور مستحکم قانون علوم وفنون کا مکمل اورجامع ترین صحیفہ یعنی قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا ۔

اِنَّا اَنزَلْنَاہُ قُرْآناًعَرَبِیاً لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔

(پ: ۱۲ع ۱۰:)

بے شک ہم نے قرآن کو عربی میں نازل کیا تاکہ تم سمجھ لو ۔

زبانیں اگرچہ بے شمار تھیں لیکن اس قوانین خداوندی کے آخری مجموعہ کے لئے صرف عربی زبان کو اختیار کیا گیا کہ یہ ان متنوع خصوصیات اور گوناگوں فضائل ومناقب کو محیط ہے جو دوسری زبانوں میں نہ تھے اسی لئے اس کو اسلام کی سرکاری زبان قرار دیا گیا ۔

(جاری)

مفتی ناصر مظاہری, دسمبر 9, 2012

#1

2.

مفتی ناصر مظاہری کامیابی توکام سے ہوگی نہ کہ حسن کلام سے ہوگی رکن

پیغامات:

1,721

موصول پسندیدگیاں:

212

صنف:

Male

جگہ:

India

عربی کی فضیلت

(2)

عربی زبان دنیا کی تمام زبانوں میں اعلیٰ ومنتخب اور یگانہ ٔ روزگار ہے اگر اس کو بے پناہ جامعیت و معنویت اور لامتناہی وسعت کے سبب ''ام الألسنة'' کے لقب سے نوازا جائے تو بیجانہ ہوگا، فضل وشرف کی ضامن اور مناقب ومحاسن کو جامع ہے، مختلف نوعیتوں اور متعدد اسالیب سے اس کی خوبیاں ظاہر ہیں ۔

١) (قرآن پاک کی آیات سے عربی کے افضل واشرف ہونے پر روشنی پڑتی ہے ،ارشاد باری لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ اَعْجَمِیٌ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ۔ (پ: ١۴ع ٢:(جس کی طرف تعریض کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ قرآن پاک زبان عربی ہے صاف

دوسری جگہ ارشاد ہے

وانه لتنزيل رب العالمين نزل به الروح الأمين على قلبك لتكون من المنذرين بلسان عربی مبین۔ (پ: ١۴ ع ٢:(اور بے شک یہ قرآن شریف اللہ رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہے آپ کے قلب پر روح الامین اسے لے کر اترے عربی زبان میں جو واضح زبان ہے تاکہ آپ ڈرانے والوں میں ہوں ،

ابن فارس کہتا ہے

''عربی کی فضیلت اور برتری اس سے معلوم ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے (ان آیات میں) عربی کو ''بیان'' کی صفت کے ساتھ موصوف کیا، جو کلام کی صفات محمودہ ہیں انتہائی ارفع اور ابلغ ہے، اسی لئے آیت ''خلق الانسان علمه البیان'' میں صفت بیان کو ان تمام چیزوں پر مقدم کیا ہے جن کی خلقت وآفرینش میں حق جل مجدہٗ وعلا کی ذات متوحد و منفرد ہے۔'' (بلغتہ(

٢) (نبی کریم انے بھی اپنی زبان گوہر فشاں سے مختلف احادیث میں عربی زبان کے تکلم وتعلم کا امر فرما کر عربی کے مجد وشرف کو اجاگر فرمایا ہے ،ارشا د عالی ہے۔

''جو شخص اچھی طرح عربی بول سکتا ہو اس کو چاہیے کہ وہ عجمی زبان میں بات چیت نہ کرے کیونکہ عجمی زبان نفاق پیدا کرتی ہے ۔''

دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا

''عربی زبان تین وجہ سے مرکز محبت بننے کی مستحق ہے، سب سے پہلے تو یہ کہ میں عربی ہوں، دوسرے خدا کے کلام پاک کی زبان عربی ہے، تیسرے یہ کہ تمام جنتیوں کی زبان عربی ہوگی ۔''

عمر بن زید کہتے ہیں کہ

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ تم سنت اورعربیت میں تفقہ حاصل کرو ۔''

حضرت سعد بن وقاصؓ نے ایک مرتبہ ایک جماعت کو فارسی زبان میں گفتگو کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا ''ملت اسلامیہ کے بعد آتش پرستی کی کیا ضرورت ہے''یعنی عربی زبان کو چھوڑ کر مجوسی زبان (فارسی میں گفتگو کرنا مناسب نہیں)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے

”عربی زبان سیکھو کیونکہ یہ امور دین میں سے ہے “۔
۳) مذہب اسلام نے خداوندی نشانیوں یعنی زبانوں کے احترام کو باقی رکھتے ہوئے اپنے لئے عربی کو منتخب کیا،اور اپنے بنیادی عقائد اور اخلاق کی تلقین کا حکم عربی زبان میں دیا،توحید ورسالت کا دل میں راسخ اور مضبوط کرنا اصل ایمان ہے مگر اس کا اظہار عربی الفاظ کے ذریعہ ہوتا ہے ۔
ایمان کے بعد نماز جو اسلام کے اہم اور بنیادی امور میں سے ہے اور تمام عبادات اور قربتوں کا خلاصہ اور نچوڑ ہے اس کے ارکان کی ادائیگی کے لئے عربی کلمات کو تکبیرات وتلاوت وغیرہ میں ضروری قرار دیا گیا،عربی زبان چھوڑ کر اگر قرآن پاک کی تلاوت کسی دوسری زبان میں کی جائے تو ثواب موعود حاصل نہیں ہوتا،اسی طرح شریعت نے تمام اوراد واذکار کی اسی زبان کے ذریعے تعلیم فرمادی ۔
۴) جس طرح ہر حکومت اور سلطنت کی ایک مخصوص زبان ہوتی ہے جس میں ملکی آئین وقوانین مرتب ہوتے ہیں اور حکومت کے ہر شعبہ اور محکمہ میں یہ ہی زبان جاری وساری ہوتی ہے ،دفتروں اور کچہریوں میں اس کا استعمال ہوتا ہے ، بالکل اسی طرح حق تعالیٰ جل شانہٗ نے عربی زبان کو مملکتِ الٰہیہ اور مخلوقات سماویہ کے لئے متعین فرما کر آسمانی زبان ہونے کا شرف عطا فرمایا، چنانچہ روایات کثیرہ سے آسمان والوں کی زبان کا عربی ہونا معلوم ہوتا ہے ،جملہ آسمانی صحیفے اور کتابیں اسی زبان میں لکھے جاتے ہیں۔ قرآن مجید جنت برزخ اور انسانیت کے مورثِ اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کی زبان بھی یہی ہے ۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
”حضرت آدم علیہ السلام کی زبان جنت میں عربی تھی،خطا سرزد ہونے پر عربی چھین کر سریانی زبان دیدی گئی اور جب آپ توبہ کر چکے تو پھر عربی واپس کردی گئی “۔
ابن حبیب کا قول ہے کہ
”کہ سب سے پہلے زبان جس کو حضرت آدم علیہ السلام جنت سے لے کر دنیا میں تشریف لائے عربی ہے ،طول زمان اور مرور ایام کی بناء پر تحریف ہوتے ہوتے سریانی بن گئی ،اسی لئے دونوں زبانوں کے الفاظ میں نمایاں طور پر مشابہت نظر آتی ہے “۔
۵) قرآن پاک سے لوح محفوظ کی زبان کا بھی عربی ہونا معلوم ہوتا ہے ،ارشاد باری ہے
بل هو قرآن مجید فی لوح محفوظ
(پ: ۳۰ع :۱)۔
بلکہ قرآن لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے ۔

یہ ظاہر ہے کہ قرآن الفاظ اور معنی کے مجموعہ کا نام ہے اور حسب مقتضائے آیت قرآن کے لوح محفوظ میں ہونے سے لازم آتا ہے کہ قرآن کے معنی کے ساتھ اس کے موجودہ الفاظ بھی لوح محفوظ میں ضروری طور پر موجود ہوں، اسی مقام سے ان لوگوں کی بھی تائید ہوتی ہے جنہوں نے ہر نبی پر وحی کا نزول عربی زبان میں تسلیم کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہر نبی نے آمدہ وحی کا جو کہ عربی تھی اپنی قوم کی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے تفسیر اتقان میں اس قول کو ذکر کرنے کے بعد ارقام فرمایا ہے کہ آیت وماأرسلنا من رسول الا بلسان قومہ سے اس کی جانب اشارہ مفہوم ہوتا ہے کیونکہ وماأنزلنا من کتاب کے بجائے وماأنزلنا فرمایا گیا ہے، اس سے انبیاء کرام کی وحی کا عربی زبان میں آنا اور پھر ان کا اپنی قوم کی زبان میں ترجمہ کرنا بالکل عیاں ہے۔

)۶ (عربی زبان دینی معارف وحقائق اور قرآن وحدیث کے نکتوں اور دقیقوں اور روحانی معارف کی کلید ہے اور دیگر علوم عقلیہ ونقلیہ کے لئے ممد ومعاون ہے اسی بناء پر عربی لغت کا سیکھنا علماء امت کے نزدیک بالاجماع فرض کفایہ ہے۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں اور سیوطی نے اقتراح میں اس کی تصریح کی ہے۔ مزہر میں لکھا ہے "علم لغت بلاشبہ امور دین میں سے ہے کیونکہ فرض کفایہ ہے اس کے ذریعہ قرآن وحدیث کے الفاظ کی شناخت ہوتی ہے۔

صحاح جوہری میں ہے

"اس (عربی) زبان کو اللہ جل شانہ نے اشرف ترین درجہ عطا فرمایا ہے، دین ودنیا کا علم اس کی معرفت سے وابستہ ہے"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

"عربی جاننے والوں کے علاوہ کوئی شخص قرآن مجید کی تعلیم نہ دے"۔

حضرت ابن عباس کا قول ہے

"جب تم سے قرآن کے نادر وغریب لغت کے بارے میں سوال کیا جائے تو اس کو عربی اشعار میں تلاش کرو کیونکہ شعر عرب کا دیوان ہے"۔

امالی ثعلب میں ہے

"فقیہ لغت (عربی) کا زیادہ محتاج ہے"۔

)۷ (اگر عربی زبان کو عام بول چال اور گفتگو کے لئے منتخب کر لیا جائے اور انسان اسی زبان کا عادی بن جائے تو دو بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں جو عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان سے نہیں ہو سکتے، انتہائی اہم اور پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ متکلم کو ملائکہ، اہل جنت اور بالخصوص سرور دوعالم اسے مشابہت حاصل ہو جاتی ہے جو ایک مؤمن کے لئے نہایت ہی وقیع اور قابل قدر ہے، اس

سے بڑھ کر شرف وبزرگی اور محبت وعقیدت کا کوئی سامان نہیں ہو سکتا در حقیقت مؤمن کیلئے اس میں فلاح وبہبود ہے، دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جب انسان عربی میں گفتگو کرنے کا عادی ہو گا تو تشبہ کی بناء پر عرب کے وہ مخصوص فضائل اور مناقب بھی اس کو حاصل ہوں گے جو متعدد احادیث وروایات میں وارد ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے اے لوگو! رب ایک ہے باپ ایک ہے دین ایک ہے اور عربیت تم میں سے کسی کیلئے ماں باپ سے نہیں بلکہ وہ ایک زبان ہے جس نے اس میں بات چیت کی وہ عربی ہے (رواہ ابن عساکر)

ایک اور روایت میں ہے "عرب کی محبت ایمان ہے اور ان کا بغض نفاق ہے"۔(مستدرک)

حضرت عثمان سے روایت ہے

"جس نے عرب کو دھوکہ دیا وہ میری شفاعت میں داخل نہ ہوگا اور نہ اس کو میری محبت حاصل ہوگی"۔(ترمذی)

اس کے علاوہ متعدد روایات ہیں عرب کے فضائل ومناقب وارد ہوئے ہیں جو اپنے مقام پر مذکور ہیں، وہ سب ہی عربی زبان میں جدوجہد کرنے والے کو حاصل ہو سکتے ہیں۔

(۸) دنیا کی قدیم ترین زبانوں میں عربی زبان سے زیادہ قدیم اور زندہ زبان روئے زمین پر اس وقت نہیں ملتی جو قرناً بعد قرن مختلف جماعتوں اور طبقوں میں تربیت پاتی اور ترقی کرتی ہوئی چلی آرہی ہے گو اس زبان نے قومی اور ملکی لحاظ سے بیشمار رنگ بدلے لیکن اصلیت کے لحاظ سے اپنی جگہ قائم رہی، لباس بدلتا رہا، ذات نہ بدلی بلکہ مورخین کے ایک قول کے مطابق یہ دنیا کی زبانوں میں سب سے پہلی زبان ہے۔

(۹) عربی زبان دنیا کی تمام زبانوں کے لحاظ سے انتہائی جامع اور مکمل اور وسیع ہے اس کے مختصر جملے اور موجز فقرے معنیٰ اور مفہوم کی جن اعلیٰ اور عظیم ترین وسعتوں کو سمیٹ کر جس خوش اسلوبی اور اکمل طریق کے ساتھ ذہن انسانی تک پہنچا سکتے ہیں دوسری زبانوں کے طول طویل جملے اور مفصل فقرے بھی ذہن کو وہاں تک نہیں پہنچا سکتے، اس کی بے پناہ وسعت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مرادفات کثیرہ کے علاوہ شیریں اور خوش کن استعارات وکنایات کثرت کے ساتھ موجود ہیں، حسن ادائیگی اور طرق تعبیر کی فراوانی ہے، ایک ایک لفظ کے کئی کئی معنی ہیں مثلاً لفظ عین عربی زبان میں ستر معنی میں مستعمل ہے، لفظ عجوز کے ساٹھ سے کچھ اوپر معنی ہیں، اسی طرح ایک ایک معنی کے لئے کئی کئی الفاظ ہیں، شہدؔ ہی کو لے لیجئے کہ اس کے لئے عربی کے خزانے میں ۸۰ الفاظ ملتے ہیں جن کے بارے میں مجد الدین شیرازی کی ایک تصنیف بھی پائی جاتی ہے، سانپ کے لئے دوسو اونٹ اور تلوار کے لئے ایک ہزار اور مصیبت کے لئے چار ہزار الفاظ ہیں، شیرؔ کے پانچ سو نام اور صفات کے علاوہ بیشمار کنیتیں اور القاب بھی ہیں، اسی طرح ایک ایک جانور کے لئے کتنے نام اور کتنے القاب وکنیتیں ہیں۔

اس سے عربی کی وسعت اور ہمہ گیری کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، انگریزی جو کوتاہ نظروں کے لئے اعجوبہ بنی ہوئی ہے اور جس کو وسعت کے ساتھ موصوف کیا جاتا ہے وہ عربی جیسی بے پناہ وسعت اور محاسن سے قطعاً عاری ہے، متذکرہ بالا فضائل میں سے نہ کوئی فضیلت اس میں ہے اور نہ ہی اس قسم کی وسعت، عربی کی ایک بہت معمولی خوبی یہ ہے کہ واحد و تثنیہ اور جمع کے لئے الگ الگ صیغے ہیں لیکن انگریزی اس سے بھی محروم ہے، اس میں واحد کے علاوہ تثنیہ و جمع کیلئے ایک ہی صیغہ استعمال ہوتا ہے اسی طرح اگر انگریزی کی ہر ایک چیز کا عربی سے موازنہ کر کے دیکھا جائے تو دونوں ہیں بین فرق نکلے گا اور عربی کے سامنے انگریزی کا فراخ دامن بھی تنگ نظر آئے گا، ذیل میں ہم ہندوستان کے ایک مشہور مؤلف کا وسعت عربی کے بارے میں ایک پر مغز اور مفید مضمون قدرے تصرف کے ساتھ سپرد قلم کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو پورے طریقہ پر عربی کی وسعت اور کشادگی کا حال معلوم ہوسکے۔

عربی کی وسعت

3

وسعت تو بعض دوسری زبانوں میں بھی پائی جاتی ہے لیکن عربی کو جس درجہ بے پناہ وسعت اور فراخی حاصل ہے وہ کسی دوسری زبان کو نہیں وہ وضع و ایجاد کے کسی موڑ پر بھی دوسری زبان کی طرف دست سوال دراز نہیں کرتی، ہم قدرے تفصیل سے بتاتے ہیں کہ عربی زبان کا دامن کتنا وسیع ہے اور اس کی خصوصیات کیا ہیں "۔

)ا (ترادف: عربی میں ایک بڑی وسعت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ ہر معنی کے ادا کرنے کے لئے اس ہیں کم از کم دس الفاظ موجود ہیں، فصیح عرب ہر ایک مطلب کو بیسیوں قالب میں ڈھال سکتا ہے، پہلی صدی میں سحبان وائلی اس میدان کا مشہور شہ سوار ہے، جس نے اپنے خطبہ میں کبھی ایک لفظ کو دوبارہ نہیں بولا، عبد الرحمن ہمدانی متوفی ۳۲۰ھ نے "الفاظ الکتابۃ" کے نام سے اس موضوع پر کتاب لکھی جس میں ایک معنی کو بیس بیس الفاظ اور جملوں میں دکھایا ہے، مجد الدین فیروز آبادی نے "الروض المسلون فیما لہ اسمان الی الألوف" نام کی ایک کتاب لکھی جس میں ان الفاظ کو جمع کیا ہے جن کے دو سے لے کر ایک ہزار تک نام ہیں، ابن خالویہ ہمدانی نے ایک رسالہ صرف شیر اور سانپ کے نامو ں کے لئے لکھا ہے ۔

)ا (اشتراک: عربی کی دوسری وسعت یہ ہے کہ ایک لفظ کے بیسیوں معنی ہوتے ہیں، ہر لفظ تقریباً پانچ چھ معنی رکھتا ہے، عبارت کے اسباب و آرائش میں تجنیس ایک بڑی صفت ہے مگر یہ اسی زبان میں پیدا ہوسکتی ہے جس میں ایک لفظ کے کثرت سے معنی ہوں، عربی ہیں ایسے الفاظ بکثرت پائے جاتے ہیں، اسی لئے عربی ادب میں تجنیس کی بہتات ہے یہی وجہ ہے کہ حریری اپنی کتاب

''مقامات ''میں ہر جگہ تجنیس کا استعمال کرتا ہے ،مثال کے طورپر ہم صرف ایک لفظ کی تشریح کرتے ہیں عین۔

(۱)سونا(۲)نقد(۳) بارش(۴)آنکھ(۵)کنویں کا دہانہ(۶)نیزہ(۷)فوارہ(۸)قبلہ کا داہنا پہلو(۹)ترازو کے پلوں کا برابر نہ ہونا (۱۰)نفس شے (۱۱) گھٹنا (۱۲)جاسوس (۱۳)ابر (۱۴) نظر لگنا (۱۵) چشم آب سود (۱۶)مشکیزہ کا دہانہ (۱۷)داد (خارشت) (۱۸)منتخب چیز(۱۹)صاحب خانہ (۲۰)مال پیش نظر(۲۱)ایک پرندہ کا نام (۲۲)کوہان (۲۳)ماموں (۲۴)ویرانہ (۲۵)تل (۲۶)غرور(۲۷)ایک قسم کی لمبی چادر (۲۸)غوک (۲۹)سخی (۳۰)پہاڑی (۳۱)تنہا (۳۲)زانو کا ایک حصہ (۳۳)شخص (۳۴)کوڑے کی شکن۔

)۳(أضداد: یعنی ایک لفظ کے دو متضاد معنی ہونا، عربی میں بہت سے الفاظ ہیں جن کے معنی میں رات دن کا اختلاف ہے غالباًاس قسم کے الفاظ عربی ہی لغت پائے جاتے ہیں، یہ الفاظ صنائع ،بدائع میں بہت کام آتے ہیں، مثال کے طورپر تین لفظ لکھے جاتے ہیں ،جلل ، چھوٹا، بڑا، مولی، آقا، غلام ،صارخ ،فریادرس ،فریاد خواہ ، رہوۃ ،بلندی، پستی ،اہماد ، چلنا، ٹھہرنا،ان تینوں مذکورہ بالا قسموں کے الفاظ ''فقہ اللغۃ'' لابن فارس المزہر للسیوطی میں بکثرت ملتے ہیں ،ابن جنی کی کتاب ''الخصائص ''میں بھی کہیں کہیں ایسے الفاظ نظر آتے ہیں۔

)۴(اسم آلہ: عربی میں اسم فاعل اوراسم مفعول کی طرح اسم آلہ بھی ہے، جس کا وزن مِفْعَلٌ ،مِفْعَالٌ ،مِفْعَلَۃ ہے یعنی جو اس وزن پر پایا جائے گا وہ آلہ کے معنی پیدا کرے گا مثلاً

مصدر

معنی

اسم آلہ

معنی

فتح

کھولنا

مفتاح

کھولنے کا آلہ یعنی کنجی

صبح

روشنی

مصباح

روشنی کاآلہ یعنی چراغ

یورپ اگراپنی تمام کوشش آلات کی ایجاد میں صرف کردیں تو عربی پراس کا کچھ اثر نہیں پڑے گا کیونکہ اسم آلہ کا قالب ہمیشہ ان کے لئے نئے نئے الفاظ ڈھالتا جائے گا،آج جدید تمدن نے جو نئے نئے آلات پیدا کر دئے ہیں دیکھو عربی نے ان کے لئے اسم آلہ کی مدد سے کیسے خوب صورت الفاظ پیدا کئے ہیں ۔

پریس - مطبعۃ

پمپ - محراج

ریڈیو- مذیاع

تھرما میٹر- مقیاس

توپ -مدفع

استری -مکواۃ

)۵(اسم ظرف: عربی کی ایک عجیب خصوصیت اسم ظرف ہے جس کاوزن مَفْعَل مَفْعِل مُفْعُل مَفْعِلَۃ ہے،ابواب مزید کے مفعول بھی کبھی اس کام میں آتے ہیں،ان اوزان پر جو الفاظ آئیں گے وہ جگہ کے معنی بتائیں گے،فارسی اردو میں اسم ظرف لفظ خانہ یاگاہ کی ترکیب سے بناتے ہیں جیسے کتب خانہ ،کارخانہ ،درس گاہ ، عربی صرف حرکات سے اسم ظرف پیدا کرلیتی ہے ۔

مصدر

معنی

اسم ظرف

معنی

مرور

گذرنا

ممر

گذرگاہ

محل

سرمہ لگانا

مکحل

سرمہ دانی

غروب

ڈوبنا

مغرب

جائے غروب

ملح

نمک

مملح

نمک دان

جدید ترقی وتہذیب نے جو نئے مقامات پیدا کر دئے ہیں عربی نے اسم ظرف کی بدولت ان کے لئے کیسے اچھے مفرد الفاظ بنائے ہیں

۔

تھیٹر

اسٹیشن

ہوائی اڈہ

ہیڈ کوارٹر

بنک

ملھی

محطۃ

مطار

مقر، مرکز

مصرف

اسم آلہ اوراسم ظرف یہ دونوں غالباً عربیت کے خزانے کے سوااور کسی زبان میں نہیں ملتے ،ان دونوں کی وساطت سے آلات ومقامات کے نام کتنے چھوٹے مفرد لفظ میں ادا ہوجاتے ہیں ۔

)٦(أبواب : عربی کے مصادر ریں ایک بہت بڑااضافہ ابواب سے ہوتاہے،اصلی مادہ میں ایک دوحرف کی زیادتی سے نیا باب بنتاہے ،ایک ہی لفظ ابواب کے مختلف برجوں سے طلوع ہو کر نئی نئی صورت میں ظاہر ہوتا ہے مثلاً لفظ کبر مختلف بابوں سے حسب ذیل شکلوں میں نمودار ہو گا۔ کبر،اکبار،استکبار، تکبر، تکبیر ، مکابرۃ، قبل ایک لفظ ہے جو نئی نئی ہیئت ہیں بیسیوں دریچوں سے سر نکالتاہے، قبل،اقبال،اقتبال،استقبال، تقبل، تقبیل، مقابلۃ، تقابل،اس وسعت سے دنیا کی اور زبانیں بالکل محروم ہیں اور عربی زبان کامصدر ابواب میں چکر لگاتا ہے ۔

)٧(خاصیت أبواب : عربی مصادر کے ہر باب کی چند خاصیتیں ہیں مثلاً افعال کی خاصیت یہ ہے کہ فعل لازم کو متعدی کردے گا ،استفعال کااثر یہ ہے کہ جب کوئی مصدر اس باب سے استعمال کیاجائے گا تواس میں طلب کے معنی پیدا ہو جائیں گے ،ایک ہی مصدر ابواب کی خصوصیتوں سے متاثر ہو کر ہر جگہ نئے معنی پیدا کرتاہے، عربی کی یہ خصوصیت بھی کسی دوسری زبان میں نہ ملے گی ،ذیل میں دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں ۔

قطع

اقطاع

تقطع

تقطیع

قبل

کاٹنا

علیحدہ کرنا

پاش پاش ہو جانا

پارہ پارہ کر دینا

سامنے

اقبال

اقتبال

استقبال

مقابلۃ

تقابل

سامنے آنا

متوجہ ہونا

آئندہ آنا، قبلہ رخ ہونا

سامنے کرنا

آمنے سامنے آنا

۸) صِلات: عربی زبان میں ایک بڑا کھیل صلات کا ہے، صلات سے وہ حروف مراد ہیں جو افعال کو اسماء سے ربط دیتے ہیں، ان صلات سے بھی عربی زبان میں بہت زیادہ وسعت پیدا ہو گئی ہے، اکثر فعل کے چند صلے آتے ہیں لیکن وہی ایک فعل ہر صلہ کے ساتھ ایک نئے معنی پیدا کرتا ہے، اس خصوصیت ہیں عربی کے ساتھ کچھ اور زبانیں بھی شامل ہیں، ضربتہ (میں نے اس کو مارا) ضربت لہ (میں نے اس سے کہاوت بیان کی) ضربت عنہ (میں نے اس سے منہ پھیر لیا) ضربت فی الارض (میں نے سفر کیا) رغبت عنہ (میں نے اس سے اعراض کیا) رغبت فیہ (میں نے اس کی خواہش کی)۔

۹) ضرب الامثال: ضرب الامثال ہر زبان میں پائی جاتی ہیں لیکن کسی میں کم کسی میں زیادہ، عربی زبان میں ضرب الامثال بے انتہاء ہیں جن کی کثرت کا اندازہ اس سے کرو کہ ابوالفضل احمد بن محمد میدانی متوفی ۵۱۸ نے صرف امثال عرب کو دو ضخیم جلدوں میں جمع کیا ہے، یہ کتاب حروف ہجاء کے اعتبار سے ہے، الف سے لیکر یاء تک کے امثال کو جامع ہے، کتاب الامثال نام ہے۔

ان ضرب الامثال کی کثرت ہی عربی کیلئے باعث امتیاز نہیں بلکہ ان میں چند خصوصییں ایسی ہیں جو اور زبانوں کی ضرب الامثال میں بہت کم پائی جاتی ہیں ان خصوصیات کے لئے چند صفحات الگ درکار ہیں۔

۱۰) تدریج: عربی زبان کی ایک بڑی وسعت اس سے معلوم ہوتی ہے کہ ایک شئے کو ادنی سے اعلیٰ تک پہنچانے کے لئے جتنے مدارج طے کرنے ہوتے ہیں ان کے لئے عربی میں الگ الگ نام ہیں، مثلاً صبح سے شام اور شام سے صبح تک پہنچنے کے لئے زمانہ کو وقت کے بیسیوں مرحلے طے کرنے پڑتے ہیں، دنیا کی کل زبانوں میں ان کے لئے صرف صبح، شام، دن، رات دوپہر یا ایک دو اور الفاظ ہوں گے، مگر عربی زبان شب و روز کے ہر گھنٹے کے لئے ایک نیا لفظ رکھتی ہے جن کو ہم علی الترتیب ذکر کرتے ہیں یہ الفاظ

علی الترتیب صبح سے شام اور شام سے صبح تک کے اوقات کے لئے ہیں ۔
)صبح) صباح ، بکور، غداۃ ، ضحی، اشراق ، ضحائ، شروق ، زوال ، ہاجرۃ ، ظہیرۃ، رواح، اصیل ،مسائ، عصر ، طفل ، عشیئہ۔
)شام) شفق ،عشاء ،عتمۃ،سحرۃ ،فلنس ،بلجۃ ،تنویر، صبح ۔
اسی طرح بچپن سے لے کر پیری تک کے ہر مرحلہ کے لئے نیا لفظ ہے ،شاید اس قسم کی تفصیل اور کسی زبان میں موجود نہ ہو گی اور اس پر مزید یہ ہے کہ مردوں کے منازل زندگی کے لئے الگ الفاظ اور عورتوں کے لئے الگ ،رونا، ہنسنا ، بارش ہر ایک کی تدریج کے لئے علیحدہ الفاظ ہیں ۔
)۱۱(تفصیل : عربی ہیں ایک بڑی وسعت یہ ہے کہ ہر ایک چیز کی تفصیل ہے اور اس کے لئے جدا جدا الفاظ ہیں مثلاً ہم ہر چیز کی کثرت بہت اور وافر سے ادا کرتے ہیں یعنی ایک ہی لفظ ہر چیز کی کثرت کو بتاتا ہے مگر فصیح عرب ہر قسم کی بہتات کے لئے کثرت سے الفاظ رکھتا ہے ۔
مال کی کثرت الدثر ، چیونٹی کی کثرت ویلم ، پانی کی کثرت الغمر ، بارش کی کثرت جفال ، فوج کی کثرت مجر ، درخت کی کثرت غیظل ،اونٹ کی کثرت عرج ،گھاس کی کثرت کیسوم،اولاد کی کثرت خشیۃ ،جماعت کی کثرت قبضٌ۔
مگر ہر قسم کی کشادگی کے لئے صرف ایک دو لفظ رکھتے ہیں، عربی ڈکشنری ہر چیز کی وسعت مختلف الفاظ سے بیان کرتی ہے ، زمین کی وسعت کے لئے، صبح سے شام اور شام سے صبح تک کے جملے اور سفر کرنے کو ہم صرف ایک ہی دو لفظ سے بیان کرتے ہیں مگر عربی شب و روز کے ہر گھنٹے کی مسافرت کے لئے الگ الگ الفاظ رکھتی ہیں جس کو تدریج اور تفصیل سے واقفیت حاصل کرنے کا شوق ہو وہ ثعالبیؒ کی فقہ اللغۃ کی طرف رجوع کرے ۔
)۱۲(قانون معنی : عربی زبان کی ایک عجیب وغریب خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اکثر الفاظ کے معنی علم الاشتقاق کے ماہر محض حروف کی صورت دیکھ کر بتا سکتے ہیں مثلاً اگر کوئی اس کے سامنے ایسا لفظ پیش کیا جائے جس میں ’’ج‘‘اور’’ن‘‘جمع ہوں تو وہ فوراً کہہ دے گا کہ اس لفظ کے معنی میں چھپنے کا لحاظ ضروری ہے جس لفظ میں ’’الف‘‘اور’’ر‘‘ہوں گے اس کے معنی میں تنگی کا اثر ضرور پایا جائے گا اور جو لفظ ’’الف‘‘اور’’س‘‘کا جامع ہو گا وہ ثبوت کے معنی ظاہر کرے گا اگر کسی لفظ میں ’’الف‘‘اور’’ب‘‘کا اجتماع ہو گا تو انقطاع کے معنی پیدا کریگا وغیرہ۔اس قسم کی تفصیل علم الاشتقاق کے عام رسالوں میں مل جائیگی یہ قوانین معنی کلی نہیں مگر اکثری ضرور ہیں غالباً دنیا کی اور زبانیں اس فیض سے محروم ہیں۔
)۱۳(مختصر گوئی : مشرقی زبان عموماً مغرب کی زبان سے مختصر ہوتی ہے مگر عربی خصوصیت کے ساتھ تمام زبانوں میں سب سے زیادہ مختصر ہے، کسی زبان سے جب عربی میں ترجمہ کروگے تو عربی کا کالم ہمیشہ اس سے چھوٹا ہو گا، عربی مختصر گوئی میں حسب ذیل

صورتیں ہیں ۔

)۱ (عربی جملے دوسری زبانوں کے جملوں سے ہمیشہ چھوٹے ہوں گے جس مفہوم کو کوئی دوسری زبان پانچ الفاظ میں ادا کرے گی ،عربی اسے کم سے کم الفاظ میں ادا کرے گی ۔

)۲ (اسم جامد سے فعل نہیں بنتااس لئے جب کوئی جملہ اسم جامد کی ترکیب سے بنایا جائے گا تو وہ تین لفظ سے کم میں تمام نہ ہوگا ،عربی کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ اسم جامد کے ساتھ بھی اسم جامد سے فعل بناکر ایک لفظ میں جملہ کامل کردیتی ہے ۔

أعرق : وہ عراق پہنچا،أشأم : وہ شام پہنچا،أیمن : وہ یمن پہنچا،أنجد : وہ نجد میں پہنچا، تفرعَنَ : وہ فرعون بن گیا، تشیطنَ : وہ شیطان بن گیا ۔

)۳ (پورا جملہ صرف ایک لفظ میں ادا ہوجاتا ہے(

استرجع : اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا۔

تھلل : اس نے لاالہ الا اللہ کہا ۔

حیعل : اس نے لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا ۔

صبح : اس نے صبح کے وقت کسی کو لوٹ لیا ۔

صفن : گھوڑازمین پر تین پاؤں سے کھڑاہوا اورچوتھاپاؤں آہستہ سے اس نے زمین پر رکھا۔

ھدف: وہ شاخ جو شام کے وقت درخت سے لٹک کر کمر کی شکل کی طرح ہوگئی ہو۔

علوم وفنون

عربی کی وسعت دامنی کا اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے متمدن اور علمی زبان نہ ہونے کے باوجود کل زبانوں کے علوم وفنون کو اپنی آغوش میں لیااوران کے ایک لفظ کا بھی بار احسان نہ اٹھاسکی، تہذیب وتمدن اور شائستگی کیلئے الفاظ کا ایک بے پناہ ذخیرہ دس بیس کے علاوہ اپنے یہاں سے فراہم کیا، علوم عقلیہ عموماً دوسری زبان سے منتقل ہو کر عربی میں آئے لیکن عربی نے سب کیلئے اصطلاحات ، ترکیبیں، اپنے گھر سے دیں۔

فلسفۂ ارسطو کے انتہائی بڑے ذخیرے کے لئے الفاظ کے دفتر کھول دئے ،اقلیدس ،ہندسہ ،ہیئت ، موسیقی ، طب یونانی اور دیگر مختلف لاتعداد علوم وفنون ،دوسری زبانوں سے ترجمے ہو کر عربی زبان ہیں آئے اور وقتاً فوقتاً ان پر اضافات بھی ہوتے رہے

مگر اصطلاحات کیلئے عربی کو کسی دوسری زبان کی طرف دست سوال دراز کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی ۔ خود عربی زبان میں صرف ونحو،بیان وعروض ،حدیث وتفسیر،تاریخ وغیرہ بیسیوں علوم وفنون پیدا ہوئے اوران کی تراکیب اوراصطلاحات کے لئے الفاظ وحروف کی کفالت عربی ہی نے کی۔

عربی زبان کے علوم

یوں تو عربی میں بے شمار علوم ہیں ،لیکن ان میں سے اہم چار ہیں ۔(۱)لغت (۲)نحو(۳) علم بیان (۴)علم ادب اہل شریعت کے لئے ان کا جاننا ضروری ہے ،کیونکہ شرعی احکام کا ماخذ قرآن وحدیث عربی میں ہے اوراس کے راوی صحابہؓ اورتابعین بھی عرب ہیں اوراس کے مشکلات کی شرح انہیں کی زبان کی مدد سے ہوسکتی ہے اس لئے اس زبان سے وابستہ علوم کا جاننا علم شریعت حاصل کرنے والوں کے لئے لازمی ہے ،یہ علوم اہمیت میں اسی ترتیب پر ہیں جس طرح وہ مقصود کلام ادا کرنے میں متفاوت ہیں ۔

مقصد یہ ہے کہ سب سے اہم اور مقدم علم نحو ہے کہ اس سے کلام کی اصلیت معلوم ہوتی ہے یہی فاعل ،مفعول اور مبتداء وخبر میں امتیاز کا ذریعہ ہے اگر علم نحو نہ ہوتا تو افادۂ مخاطب غیر معلوم رہ جاتا، تقدم کا حق اگرچہ لغت کو حاصل تھا مگر اکثر کلمات کی ظاہری حالت اپنی اصلی شکل میں ہے لیکن اعراب جس سے مسند ومسندالیہ کی تعیین ہوتی ہے اصلی حالت پر نہ رہا بلکہ اس میں تغیر وتبدل پیدا ہوا اوراس کا نشان تک باقی نہ رہا، بنابریں علم نحو علم لغت سے زیادہ اہم ہوا اس لئے اس کے نہ جاننے سے باہمی مفاہمت میں بڑی خامی آجائے گی مگر لغت کا یہ حال نہیں۔

علم نحو:

عرف میں اس عبارت کو کہتے ہیں جو ادائے مطلب کیلئے متکلم بولتا ہے چونکہ یہ عبارت زبان کا فعل ہے اس لئے ملکہ کا متکلم کی زبان میں راسخ ہونا ضروری تھا، عربوں کو یہ ملکہ حاصل تھا اور دوسری قوموں کے ملکات سے کہیں بہتر اورادائے مطلب کیلئے بہت واضح تھا مگر جب اسلام کا آغاز ہوا اور عرب حکومت وسلطنت کی جستجو میں حجاز سے نکلے اور عجمیوں سے خلط ہوا تو یہ ملکہ بگڑ چلا اور متعرب عجمیوں کی خصوصیات اس میں داخل ہوگئیں، جس کی بناء پر اہل علم کو اندیشہ ہوا کہ یہ ملکہ کہیں بالکل ہی ضائع نہ ہوجائے اور آنے والی نسلیں اس سے ناآشنا ہوکر قرآن وحدیث کے سمجھنے سے قاصر نہ ہوجائیں چنانچہ انہوں نے کلام عرب کے اطلاقات کو مدنظر رکھ کر رواں دواں قواعد کلیہ بنائے ،مثلاً فاعل مرفوع ہوتا ہے ،مفعول ،منصوب ،مبتدا مرفوع ، پھر چونکہ حرکات کے تغیر سے معنی بھی متغیر ہوجاتے ہیں اس لئے اس کو اعراب اوراس تغیر کے سبب کو عامل کے نام سے موسوم کیا اوراسی

طرح اوراصطلاحات بھی مقرر ہوکر قلم بند ہوئیں اوران کو مخصوص صنعت قرار دے کر علم نحو کہنے لگے ۔
سب سے پہلے اس صنعت میں ابوالاسود دوئلی نے جو بنی کنانہ میں سے تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مشورہ سے ایک کتاب لکھی ،اس کے بعد دوسرے لوگوں نے بھی تصنیفیں کیں حتی کہ ہارون رشید کے عہدِ خلافت میں جب لوگ اس علم کے سخت ضرورت مند ہوئے تو خلیل ابن احمد فراہیدی نے اس فن میں کاٹ چھانٹ کرکے اس کے ابواب کی تکمیل کی پھر سیبویہ نے اس سے یہ فن سیکھ کر تفریعات فن کو پورا کیااور دلائل بھی دیئے اوراس میں اپنی مشہور تصنیف الکتاب لکھی ،جو بعد میں سب کتابوں کی پیشوابنی ،ابو علی فارسی اور ابوالقاسم زجاجی نے طلبہ کے لئے مختصر کتابیں تصنیف کیں جن میں وہ امام کی الکتاب کے قدم بہ قدم چلتے رہے پھراس فن میں باتیں بڑھتی گئیں اور کوفہ وبصرہ کے علماء میں اختلافات پیدا ہوگئے اور باہمی دلائل خیزی اور بحثا بحثی بڑھ گئی ،متاخرین اپنے معروضہ طریقہ کے مطابق اختصار پر آمادہ ہوگئے اوران طول وطویل کتابوں کو تمام منقولہ خلافیات کے استیفاء کے ساتھ مختصر کرنے لگے جس طرح ابن مالک نے التسھیل الفوائد میں کیا ،یا صرف اہم مسائل پر اکتفاء کرنے لگے جس طرح زمخشری نے المفصّل فی الاعراب میں اورابن حاجب نے الکافیہ میں کیا بارہا نظم بھی کرتے رہے ۔جیسے ابن مالک نے اپنے بڑے اور چھوٹے ''الفیہ'' میں اورابن المعطی نے ''الدرالالفیہ'' میں کیا خلاصہ یہ کہ اس فن کی تصانیف بے شمار ہیں اور حدِ احصاء سے خارج ہیں ۔

علم لغت :اس علم سے موضوعات لغویہ معلوم ہوتے ہیں اصل یہ ہے کہ جب عربی زبان کا ملکہ حرکات جس کو علم نحو کی اصطلاح میں اعراب کہتے ہیں، بگڑنے لگا، تو عجمیوں کے میل جول اور اختلاط سے یہ فساداور بھی پھیلتا گیا حتی کہ موضوعات الفاظ تک سرایت کرآیااور عرب کا بیشتر کلام متعربین کے اس نقص کی پیروی سے جو صریحاً عربی کے خلاف تھا ''غیر ماوضع لہ'' میں استعمال ہونے لگاتو اس وقت موضوعات لغویہ کی حفظ وتدوین کی ضرورت محسوس ہوئی اوراس موضوع پر متعدد کتابیں لکھی گئیں ۔
خلیل :جو اس میدان کا شہ سوار ہے اس نے کتاب ''العین'' تصنیف کی جس میں حروف تہجی کی تمام صورتوں کا حصر کیااور ترتیب ابواب میں مخارج حروف کا لحاظ کرتے ہوئے پہلے حروف حلق کو لایااور آخر میں حروف علت کو ذکر کیا، حروف حلق کو عین سے شروع کیااس لئے کتاب کا نام ''العین'' رکھا پھر زبیدی نے ہشام ابن حکم کے لئے چوتھی صدی میں مختصر کتاب ''العین'' لکھی جس میں اختصار کے ساتھ استیعاب کا بھی لحاظ رکھا اورانتہائی تہذیب وتنقیح سے کام لیا ۔
اھل مشرق :میں سے جوہری نے حروف ہجاء کی معلومہ ترتیب کے مطابق کتاب '' الصحاح'' لکھی، ہمزہ سے شروع کی اور کلمہ کے آخر کو مد نظر رکھ کر حرف آخر ہی کو باب قرار دیا اور خلیل کے طرز پر لغت کو محصور کردیا ۔
پھر اہل اندلس میں سے ابن سبدہ نے جو شہر دانیہ کا باشندہ تھا، علی بن مجاہد کے عہد حکومت میں ''کتاب المحکم والمحیط الاعظم'' کتاب

العین کے طریقہ اور ترتیب پر استیفاء کے ساتھ لکھی بلکہ کلمات کے اشتقاق اور گردانوں کی بحث کا اضافہ کردیا اور محمد بن الحسین مصاحب مستنصر باللہ نے اس کو مخلص کیا اور اس کی موجودہ ترتیب کو بدل کر کتاب الصحاح کے طرز پر لے آیا، یہ لغت کی اصل کتابیں میں اس کے علاوہ کچھ مختصر کتابیں ایسی بھی ہیں جو کسی خاص قسم کے کلمات کے لئے مخصوص ہیں اور بعض یاسب ابواب کو بالاستیعاب لیتی ہیں مگر ان کا طریق حصر ظاہر نہیں اور ان کا بلحاظ ترکیب ظاہر ہے جیسے زمخشری کی اساس البلاغۃ کو اس کتاب میں وہ سارے الفاظ و معانی بیان کئے ہیں جن کو عربوں نے مجازی معنی میں استعمال کیا ہے یہ کتاب اچھی اور مفید ہے پھر چونکہ عرب کسی عام معنی کیلئے کوئی لفظ وضع کرتے ہیں اور پھر خاص خاص مواقع میں وہ لفظ استعمال کرتے ہیں جو انہیں کیلئے مخصوص ہوتا ہے جس کی بناء پر ہمارے یہاں وضع اور استعمال میں فرق ہو گیا، اور لغت میں وسیع المادۃ تفقہ کی ضرورت ہوئی اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ابو منصور ثعالبی نے فقہ اللغۃ نامی کتاب لکھی جو ایک لغوی کیلئے نہایت اہم اور ضروری ہے اس کے یاد کرنے سے محاورات عرب میں تحریف واقع نہیں ہوسکتی۔
مختصر کتابوں میں جن میں روزانہ کے استعمال ہونے والے الفاظ خصوصی طور پر بیان کئے گئے بہت ہیں لیکن ان میں سے کتاب الالفاظ لابن سکیت اور کتاب ''الفصیح لثعلب'' قابل ذکر ہیں۔

علم بیان

یہ علم علوم لسان سے ہے، اسلام میں اس کی ایجاد علوم عربیہ اور لغت کے بعد ہوئی اس کی تین قسمیں ہیں پہلی قسم میں ان ہیئات اور حالتوں سے بحث ہوتی ہے جو لفظ کو تمام مقتضیات کے مطابق بنادیتی ہیں اس کو علم البلاغۃ اور علم المعانی کہتے ہیں ۔ دوسری قسم میں لفظ کے لازم وملزوم سے بحث کی جاتی ہے اس کو علم البیان کہتے ہیں لوگوں نے ان دونوں قسموں کے ساتھ ایک اور قسم یعنی کلام کی تزئین و تحسین کا اضافہ کیا جس سے ایک طرح کی گلکاری پیدا ہو جائے مثلاً ''سجع'' جس سے جملے الگ الگ ہو جائیں یا تجنیس جو الفاظ کو باہم دگر مناسب کردے یا ''ترصیع'' جس سے وزن کے ٹکڑے ہو جائیں یا معنی مقصود کو چھپا کر ایک نہایت خفی معنی کا دھوکہ دیا جائے کہ لفظ دونوں معنی میں مشترک ہے، اسی طرح کی کچھ اور صنعتیں بھی اس کو علم البدیع کہا جاتا ہے، متاخرین تینوں قسموں پر لفظ بیان کا اطلاق کردیتے ہیں ورنہ در حقیقت قسم دوم ہی کا نام ہے، متقدمین نے اولاً اس علم میں بحث کی بعد میں اس پر یکے بعد دیگرے اضافے ہوتے رہے ۔
اس علم میں جعفر بن یحییٰ، جاحظ اور قدامۃ بن جعفر نے نامکمل تصنیفیں لکیں پھر اس کے مسائل کی تدریجی طور پر تکمیل ہوتی رہی ، یہاں تک سکاکی نے اس کا خلاصہ کیا اور مفتاح العلوم تصنیف کی اور اس علم کو اس کا ایک حصہ قرار دیا اور اسی سے ابن مالک نے

المصباح اورجلال الدین قزوینی نے الایضاح اورالتلخیص جیسے متون ملخص کئے ۔
اس علم کا فائدہ یہ ہے کہ اعجاز قرآن سمجھا جائے کہ اس کا اعجاز اسی میں ہے کہ سارے مقتضیات احوال پر دلالت ہو، خواہ وہ بولنے سے معلوم ہوتے ہوں یا صرف نظم کلام کے سمجھنے سے ،یہ کلام کا انتہائی مرتبہ ہے بالخصوص جب کہ الفاظ بھی چیدہ اور چست ہوں یہی وہ اعجاز ہے جس کے ادراک سے عقلیں قاصر ہیں ،اس علم کی زیادہ ضرورت مفسرین کو ہے مگر اکثر متقدمین کی تفسیریں اس سے بالکل خالی ہیں البتہ زمخشری نے اپنے زمانہ میں تفسیر کشاف لکھ کر اس کمی کو پورا کیا اور اس کی بنا اسی فن پر رکھی در حقیقت وہ اسی فن کی کتاب ہے۔

علم ادب

اس فن کے ذریعے عربی نظم ونثر پر قدرت کاملہ حاصل ہوتی ہے اور عربوں کے طرز وطریق پر کلام کرنے کی مہارت اور ملکہ بہم پہنچتا ہے ،اس کی صورت یہ ہے کہ ادباء عرب کے بلند پایہ طبقہ کے اشعار اور مسجع عبارات سے واقفیت پیدا کر کے ان کو یکجا جمع کیا جائے اور اسی اثناء میں نحو ولغت کے مسائل پر بھی نظر ڈالی جائے تاکہ عربی قوانین کی ایک بڑی تعداد سامنے آجائے ، عربوں کے معرکہائے رزم اور انساب کا تذکرہ بھی ہو جس سے اس قسم کے اشعار سمجھنے میں آسانی ہو جائے ، مقصد ان تمام باتوں کا یہ ہے کہ ناظر کو کلام عرب کے اسلوب اور ان کے طریق بلاغت سے پوری پوری شناسائی حاصل ہو جائے کیونکہ بغیر سمجھے محض یاد کرنے سے ملکہ کا حصول ناممکن ہے اس لئے پہلے ان چیزوں کا جاننا جن پر کلام عرب کا سمجھنا موقوف اور ضروری ہے ،ادب کے لغوی معنی بلانے کے ہیں اور اس کی دو قسمیں ہیں ادب نفسی ،ادب کسبی۔ادب نفسی ان محاسن اور فضائل کا نام ہے جو انسان کے کریم الطبع ہونے کو بتاتے ہیں اور یہ خدا کی توفیق سے حاصل ہوتا ہے اس میں کسب انسانی کو دخل نہیں ،ادب کسبی جس میں انسان کے کسب کو دخل ہو۔

مغرب میں ہے کہ ادب وہ ریاضت محمودہ ہے جس کے ذریعے آدمی اپنے اندر کمالات حسنہ پیدا کر سکے ، علم ادب ،زمخشری اور جرجانی کے قول کے مطابق وہ علم ہے جس کے ذریعہ عربی زبان کی ہر قسم کی غلطی سے حفاظت ہو سکے خواہ وہ غلطی لفظی ہو یا کتابت کی ۔

شریشی نے کہا کہ علم ادب عرب کے ا شعار واخبار کی معرفت کا نام ہے ۔

ابن خلدون نے لکھا کہ علم ادب عربوں کے اشعار واخبار از بر کرنے اور ہر علم سے خواہ وہ علوم لسانیہ سے ہو یا علوم شرعیہ سے ضروری معلومات یاد کر لینے کا نام ہے ،علوم شرعیہ میں قرآن وحدیث کو زیادہ اہمیت حاصل ہے ، یہ تعریف متقدمین کے نزدیک

ہے، متاخرین اصطلاحات صنائع وبدائع مع سند یاد کر لینے کو بھی ادب کی تعریف میں داخل کرتے ہیں آغاز اسلام میں راگ بھی اس کا جزء تھا اسی لئے عہد عباسی کے انشاء پر داز عموماً راگ سے واقف ہوتے تھے ۔
بعض کہتے ہیں کہ علم ادب بارہ فنون کے مجموعہ کا نام ہے جن میں سے لغت، صرف، نحو، اشتقاق، معانی، بیان، عروض، قافیہ، یہ آٹھ اصول ہیں اور رسم الخط ،قرض الشعر ،انشاء خطب ورسائل ،تاریخ، یہ چاروں فروع کہلاتے ہیں ۔
مفتاح السعادۃ میں ہے کہ علم ادب وہ علم ہے جس کے ذریعہ عربی زبان میں لفظی اور انشائی غلطی ہونے سے حفاظت ہو اور مخارج ،وضع ،اشتقاق، صرف، نحو، معانی ،بیان ،بدیع، عروض، قوافی ،قرض الشعر ،مبادی شعر ،انشاء، مبادی انشاء، محاضرہ، تواریخ، یہ تمام علوم اس کے فروعات سے ہیں ۔
اس فن کا کوئی خاص امر موضوع نہیں جس کے ذاتی عوارض کے ثبوت وسلب سے اس فن میں بحث کی جاسکے البتہ اس کا ثمرہ اورغرض یہ ہے کہ اس فن کے ذریعہ انسان کو عربی نظم ونثر پر پوری قدرت حاصل ہوجاتی ہے ۔
بعض نے قرآن وحدیث کے معانی کی معرفت کو اس کی غرض بتایا ہے اور ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر ایک مسلمان کے لئے اور کیا مقصود ہوسکتا ہے ؟۔
اس فن کی چار کتابیں اہم اور اصل بتائی جاتی ہیں ''ادب الکاتب لابن قتیبۃ''''الکامل للمبرد'' ''البیان والتبیین للجاحظ''''النوادر لابی علی القادری''ان کے علاوہ بھی متقدمین ومتاخرین کی مختلف موضوعات پر بیشمار تصنیفیں ہیں لیکن سب ان ہی کی خوشہ چین ہیں۔